بسم اللہ الرحمن الرحیم ۵

تخلیق کائنات وحیات کا مقصد
(قدیم وجدید نقطہ ہائے نظر)

جناب سہیل نعیمی صاحب
اجمل خاں طبیہ کالج، مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ

آفتاب وماہتاب اور نجوم وکواکب پر مشتمل یہ کائنات جو ہمہ وقت ہمارے مشاہدہ میں رہتی ہے تمام بنی نوع انسان کو بلا تفریق مذہب وملت دعوت فکر دیتی ہے اور ہر صاحب بصیرت وفہیم انسان کے سامنے کچھ اہم سوالات پیدا کرتی ہے مثلاً: اس کائنات کا وجود کس طرح عمل میں آیا، زندگی کی تخلیق کس طرح ہوئی؟ انسان کا مقصد تخلیق کیا ہے، زمین وآسمان کے درمیان کی چیزوں کو کس نے بنایا، نیز ان تمام اشیاء کے خالق کا مقصد تخلیق آخر کیا ہے۔ یہی تمام سوالات ہیں جن کا جواب ہر ذی عقل انسان ضرور جاننا چاہے گا۔ انسان روز اول سے ان سوالات پر غور کرتا چلا آرہا ہے، بلاشبہ ان تمام سوالوں کے واضح ترین جواب احادیث نبوی اور کلام پاک کی آیتوں میں ملتے ہیں۔ تخلیق کائنات وآدم کا مقصد اس حدیث سے بالکل واضح ہے۔ حدیث قدسی ہے اللہ تبارک وتعالیٰ خود فرماتا ہے:-

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَرَدْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْمَخْلُوْقَ ط (میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا فرمایا)

سورۂ ہود میں ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط

اور اللہ تعالیٰ نے سب آسمان زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا تاکہ تمکو آزمائے کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے -

اور اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں بار بار بیان فرمایا ہے تاکہ بنی نوع انسان پر اس کی تخلیق کا مقصد واضح ہوجائے کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کے احکامات کی پابندی کے لئے ہی اس دنیا میں بھیجا گیا ہے اور در اصل یہی تخلیق کائنات کا مقصد بھی ہے کہ اس جگہ ایک ایسی مخلوق کو بھیجا جائے جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرے -

دنیا میں ہر شے کا اپنا ایک اعتدال ہے جو اعتدال طبعی کہلاتا ہے، مگر ایک اعتدال اور ہے جسکو اعتدال حقیقی کہتے ہیں- یہ اعتدال دنیا کی مخلوق میں نہیں پایا جاتا ہے اگر انسان کے اندر یہ اعتدال پیدا ہوجائے تو وہ تمام عیوب و برائیوں سے پاک ہوجائے گا حکماء کا یہی نظریہ ہے" اعتدال حقیقی صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات میں پایا جاتا ہے، اس لئے اس کو پہچاننے کے لئے ایک ایسی مخلوق کی ضرورت تھی جو اگر اعتدال حقیقی نہ رکھتی ہو تو اس کے قریب ضرور ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسی لئے انسان کو پیدا فرمایا اور اس کو تمام مخلوقات میں اشرف و اعلیٰ بنایا، انسان کے اشرف ہونے کا ثبوت یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کیا تو اس پر کوئی فخر نہیں کیا صرف اس سے اس سلسلے میں کلام پاک میں اتنا ہی کہا ہے ـــ

کُنْ (ہوجا) 　　فَیَکُوْنُ (پس وہ ہوگئی)

مگر جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا تو خوش ہو کر فرشتوں سے کہا۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلٰٓئِکَۃِ	(اے محمدؐ وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے
اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ	جب آپ کے رب نے ملائکہ سے فرمایا کہ میں ایک
مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ فَاِذَا	بشر کو بجتی ہوئی مٹی جو کہ سڑے ہوئے گارے
سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ	سے بنی ہوگی پیدا کرنے والا ہوں سو جب میں
رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدِیْنَ ۝	اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں اپنی طرف
فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ ۝	سے جان ڈال دوں تو تم سب اس کے روبرو
(سورۃ الحجر)	سجدے میں گر پڑنا سو تمام فرشتوں نے سجدہ کیا)

اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ تخلیق کائنات کا اصل مقصد تخلیق آدمؑ تھا۔

اور کائنات کے پیدا فرمانے میں اس کی مصلحت تھی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں اور ان کے
وَمَا بَیْنَھُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۝ (سورہ الحجر)	درمیان کی چیزوں کو بغیر مصلحت کے پیدا نہیں کیا۔
خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ	اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو
بِالْحَقِّ ۝ (سورہ النحل)	حکمت سے بنایا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ تخلیق کائنات برائے تخلیق آدم تھی کہ وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی عبادت کرے اور اس کے احکامات کی پابندی کرے با وجود اس کے کہ اس کے پاس اس کو بہکانے کے لئے نفس بھی ہے نہ نفس کشی کرے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو اپنا نصب العین بنالے۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ	(جس نے اللہ تعالیٰ نے موت و حیوٰۃ کو پیدا کیا تاکہ
لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (سورہ ملک)	تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے)

حقیقت یہ ہے کہ صرف اسلام ہی دنیا کا وہ واحد مذہب ہے جو تخلیق کائنات و آدم کے مقصد کو صاف صاف واضح کرتا ہے، دنیا کے تمام جدید و قدیم دانشور اس بات پر متفق ہیں کہ تخلیق کائنات و انسان کا ایک واضح مقصد ضرور ہے مگر وہ مقصد کیا ہے؟ اس کا شافی جواب کوئی بھی دانشور نہیں دے سکا ہے، چنانچہ ارسطو کا قول ہے، دنیا میں ہر شے کا ایک واضح مقصد و غایت ہے اور یہی خیال دنیا کے تمام اکابر فلاسفہ کا بھی ہے پیلاٹو - دیموکرٹس - لیوکرٹس - کنفیوشس - نیوٹن - والٹائر - ، بیروتو - گوئٹے - برگساں - بوعلی سینا - سقراط - ہیان سٹوارٹ مل وغیرہ تمام فلاسفر پوری عمر اس کا مقصد تلاش کرتے رہے مگر یہ سب کسی ایک بات پر متفق ہو کر کوئی مقصد تلاش کرنے میں ناکام رہے - جی - ٹی - ڈبلیو پیٹرک اور الیف - ایم کیمبین کہتے ہیں، "کائنات و زندگی کی یہ زبردست مشین کسی بہت عظیم صانع کے ذریعہ کسی خاص مقصد کے لئے بنائی گئی ہے، کیونکہ دنیا میں ہر کام خواہ وہ بچوں کا کھیل ہی کیوں نہ ہو اس کا ایک نمایاں مقصد ہے، یہ علیحدہ بات ہے کہ اس صانع حقیقی نے مقصد تخلیق کو انسانی دماغ کی رسائی سے ماوراء کر دیا ہے" جب کہ اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ نے مقصد تخلیق کائنات و آدم کو انسانی ذہن میں بہت واضح کرنے کی کوشش کی ہے، کلام پاک میں بصراحت اس کا مقصد بیان کر دیا گیا ہے -

تمام فلاسفر نے یہ تو تسلیم کیا ہے کہ اس کائنات کی خالق کوئی عظیم طاقت ہے مگر اس طاقت کو وہ کوئی نام دینے سے قاصر رہے مگر اسلام اس کو ایک نام بھی دیتا ہے کہ وہ صرف خداوند تعالیٰ کی ہی ذات باری ہے :

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ (سورۃ الانعام)

اور وہی (اللہ تعالیٰ) ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو باقاعدہ پیدا کیا -

بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۃ الانعام) — وہ (اللہ تعالیٰ) آسمانوں اور زمینوں کا موجد ہے۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ط (سورۃ الاعراف) — بے شک تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمینوں کو چھ روز میں پیدا کیا۔ اور پھر خود عرش پر قائم ہوا۔

اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ط (سورہ آل عمران) — بے شک آسمانوں اور زمینوں کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں (اللہ کی موجودگی کے) دلائل ہیں اہل عقل کے لئے۔

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ط (سورہ نوح) — اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا فرمایا۔

وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا (سورہ الانبیاء) — اور ہم نے (اللہ تعالیٰ نے) اپنی قدرت سے آسمان کو مثل ایک چھت کے بنایا جو محفوظ ہے۔

اسی طرح اور بکثرت آیتیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کرتی ہیں، خود جدید و قدیم فلاسفر بھی کسی طاقت کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں، چنانچہ سقراط لکھتا ہے:۔

اس پوری کائنات کو ایک منظم مشین کی طرح کسی بہت زبردست طاقت نے جس کا تصور انسانی ذہن کے احاطے سے باہر ہے بنایا ہے۔ سو جمس اپنی کتاب میں رقم طراز ہیں "کوئی بہت زبردست طاقت ہے جس نے ایک واضح مقصد کے ساتھ اس کائنات کو بنایا ہے مگر انسانی ذہن اس زبردست طاقت کو نیز مقصد

تخلیقِ کائنات و دنیا کو پہچاننے اور سمجھنے سے قاصر ہے۔ مگر کلام پاک میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُن شَيْئًا مَّذْكُورًا ۝ إِنَّا خَلَقْنَا الْإِنسَانَ مِن نُّطْفَةٍ أَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ۝ (سورۃ الدھر)	بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے جس میں وہ کوئی قابل تذکرہ چیز نہ تھا (یعنی نطفہ تھا) ہم نے (اللہ نے) اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اس کو مکلف بنائیں تو اسی واسطے اس کو ہم نے (اللہ نے) سنتا، دیکھتا (سمجھتا) بنایا۔

مندرجہ بالا آیت سے بھی تخلیق کائنات و آدم کا مقصد واضح ہے کہ کائنات انسان کے لئے تخلیق کی گئی ہے اور انسان کو بنانے کا مقصد یہ تھا کہ اس کو اس دنیا میں خداوند تعالیٰ اپنا مکلف بنانا چاہتا تھا اسی وجہ سے اس کو دوسرے جانداروں کے مقابلے میں بہتر سے بہتر بنایا۔

یہ زمین جس پر ہم رہتے ہیں نظام شمسی کے تحت آتی ہے اور اس میں کم و بیش نو سیارے ہیں مگر جدید سائنس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اس طرح کے لاکھوں دوسرے نظام شمسی بھی ہیں اور ان سب میں ملا کر ایک اندازے کے مطابق کم از کم (جواب تک دریافت ہو چکے ہیں۔) ایک سو ہزار کروڑ آفتاب و ماہتاب اور نجوم و کواکب ہیں اور اگر ایک راکٹ فی منٹ دو میل کی رفتار سے چلنا شروع کرے تو اس کو اس کائنات کا ایک چکر پورا کرنے کے لئے ۳۶۵۰ سال درکار ہوں گے۔ اور روز نیا ستارہ اور سیارہ دریافت ہو رہا ہے بعض ستاروں کی روشنی ابھی ہم تک پہنچی ہی نہیں ہے اس طرح سے کائنات کی وسعت کا اندازہ تو لگایا ہی نہیں جا سکتا ہے، سرجینس کے خیال میں سورج کی روشنی زمین تک تقریباً پچاس کروڑ سال میں پہنچی ہے

جب کہ روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ ہے، کائنات کی وسعت کے متعلق یہ کچھ اندازے ہیں جو انسان نے اپنی ناکارہ اور محدود عقل سے لگائے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے بنائے ہوئے اس وسیع نظام میں کہیں بھی کوئی کمی نہیں ہے، خود اللہ نے کلام پاک میں اس کو واضح فرما دیا ہے:-

اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ط مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ط ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ (سورۂ ملک)	اللہ نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے تو خدا کی اس صنعت میں کوئی خلل نہیں دیکھے گا سو تو ایک بار پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے یعنی بلا تامل تو نے بہت بار دیکھا ہوگا۔ اب کر تامل کی نگاہ ڈال) پھر بار بار نگاہ اٹھا کر دیکھ (آخرکار) تیری نگاہ ذلیل و درماندہ ہو کر لوٹ آئیگی

یوں بھی اگر ہم سورج کو دیکھیں جو کروڑوں برس سے روشن ہے اور پتہ نہیں کب تک کائنات کو منور کرتا رہے گا۔ نیز تمام چاند اور ستارے جو چمک رہے ہیں ان کی صنعت کاری میں کہیں بھی کوئی کمی نہیں ہے، نیز یہ تمام چیزیں محض انسان کے فائدے کے لئے پیدا کی گئی ہیں یہی نقطۂ نظر کلام پاک کا ہے۔ خود ارسطو، سقراط اور دیگر اکابر فلاسفر اسی نظریہ کے قائل ہیں۔

مگر خود حیات انسانی کس طرح وجود میں آئی؟ اس کے متعلق بوعلی سینا کا نظریہ سب سے زیادہ دقیع اور قابل توجہ ہے۔ اس کا قول ہے کہ سب سے پہلے ایک خلا تھا۔ خود کلام پاک میں ہے:

ثُمَّ اسْتَوٰی اِلَی السَّمَآءِ وَهِیَ دُخَانٌ (سورہ حٰم سجدہ)	پھر آسمان کے بنانے کی طرف (اللہ تعالیٰ نے) توجہ فرمائی اور وہ (اس وقت) دھواں سا تھا۔

پھر ایک کیفیتِ برودت وجود میں آئی اور وہ درجہ کمال پر پہنچ گئی، پھر ایک اور کیفیت حرارت وجود میں آئی اور وہ اپنے درجۂ کمال پر پہنچ گئی۔ اور جب ایک خاص درجہ کی برودت اور ایک خاص درجہ کی حرارت میں باہم فعل وانفعال ہوا تو زندگی وجود میں آئی اور مزید برآں دو کیفیتیں وجود میں آئیں ایک یبوست اور دوسری رطوبت، اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ شدید جاڑے میں اور شدید گرمی میں حشرات الارض بالکل نہیں پیدا ہوتے ہیں کیونکہ ان دونوں کیفیتوں کی شدت سے زندگی پیدا ہی نہیں ہوسکتی ہے، مگر برسات میں جب کہ نہ زیادہ گرمی ہوتی ہے اور نہ زیادہ سردی تو طرح طرح کے حشرات الارض نظر آتے ہیں۔ اسی وجہ سے تمام جراثیم کش اور دافع عفونت دوائیں اپنے آخری درجہ میں سرد و خشک ہوتی ہیں کیونکہ رطوبت میں جراثیم تیز سے پیدا ہوتے ہیں، اسی وجہ سے برسات میں چیزیں جلدی سڑ جاتی ہیں، اس طرح یہ معلوم ہوا کہ زندگی کے لئے رطوبت اشد ضروری ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ (سورۂ نور)

اور اللہ تعالیٰ نے ہر چلنے والے جاندار کو (بحری ہو یا بری) پانی سے پیدا فرمایا۔

اَوَلَمْ يَرَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ۔ (سورۃ الانبیاء)

کیا ان کافروں کو یہ نہیں معلوم کہ آسمان اور زمین پہلے بند تھے پھر ہم نے (اللہ تعالیٰ نے) دونوں کو اپنی قدرت سے کھول دیا۔ اور ہم نے بارش کے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے کیا یہ لوگ ان باتوں کو سن کر پھر بھی ایمان نہیں لاتے ہیں۔

فَاَخْرَجْنَابِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى (سورۂ طٰہٰ) (پھر ہم نے (اللہ تعالیٰ نے) اس پانی کے ذریعے مختلف اقسام کے نباتات پیدا کئے۔)

اس طرح تمام کیفیات میں برابر فعل و انفعال کا عمل جاری رہا اور برابر بہتر سے بہتر زندگی وجود میں آتی رہی کیونکہ ابتدائی زندگیوں سے خدا کے پہچاننے کا مسئلہ حل نہیں ہوا تھا۔ پھر جب اس اشرف زندگی کے لئے جن چیزوں کی جس مقدار و تناسب میں ضرورت تھی وہ تمام ایک جگہ جمع ہوگئیں تو اعتدال طبعی سے وہ اشرف زندگی وجود میں آئی جو اعتدال حقیقی سے قریب تر تھی اور چونکہ اس زندگی سے خدا کے پہچاننے کا مسئلہ حل ہوگیا تھا، اس لئے اس سے بہتر زندگی نہ اب وجود میں آئی ہے اور نہ ہی بعد میں کبھی آئے گی اور آج بھی ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ تمام جانداروں میں انسان ہر لحاظ سے سب سے بہتر اور افضل ہے۔

مگر زندگی کے وجود میں آنے کے متعلق سائنسدانوں اور فلاسفہ کا نظریہ اس سے مختلف ہے اور ان کے درمیان اختلاف رائے ہے۔ اس سلسلے میں فی الوقت تین ۳ روایتی نظریات رائج ہیں :

۱- زندگی کسی دوسرے سیارے سے خلا میں سفر کرتی ہوئی اس زمین پر آئی اور چونکہ یہاں کی فضا اس کی افزائش کے لئے بہت سازگار تھی اسلئے یہاں اس کی نشوونما بہت تیزی سے ہوئی اور یہ پوری دنیا میں پھیل گئی۔

۲:- اللہ تبارک وتعالیٰ نے زندگی کو ایک خاص مگر نہ سمجھ میں آنے والے مقصد سے اپنی قوت تخلیق سے پیدا فرمایا اور یہی اسلامی نظریہ بھی ہے جس کو فلاسفہ کا ایک بڑا گروہ تسلیم کرتا ہے، فرق صرف یہ ہے کہ اسلام مقصدِ تخلیق کو بالکل واضح طور پر ظاہر کرتا ہے مگر ان لوگوں کا خیال ہے

کہ یہ مقصد ہماری فہم و عقل سے ماوراء کر دیا گیا ہے۔

۳:- زندگی زمین پر خود بخود پیدا ہو گئی یعنی جب ایک خاص ماحول میں مختلف مادوں نے باہم فعل و انفعال کیا تو زندگی وجود میں آئی۔

مگر مندرجہ بالا تینوں نظریات میں صرف دوسرا نظریہ قابل قبول اور عقل سے قریب ہے باقی صرف دو نظریات صرف انسانی ذہن کی تخلیق ہیں اور جن کے سچ ہونے کے متعلق خود وہ لوگ بھی آج تک کوئی واضح ثبوت نہیں پیش کر سکے جو ان نظریات کو ماننے والے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے محض اپنی قدرت سے انسان کو پیدا فرمایا۔ کلام پاک کی مندرجہ ذیل آیتیں اس کا ثبوت ہیں:-

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ؕ (سورۂ النساء)	(اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں۔)
وَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ ؕ (سورۂ بقرہ)	(اور اللہ تعالیٰ جب کسی کام کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کی نسبت اتنا فرما دیتے ہیں کہ ہو جا اور وہ ہو جاتا ہے۔
تُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ	(آپ (اللہ) رات کے اجزاء کو دن میں داخل کر دیتے ہیں اور بعض فصلوں میں دن کے اجزاء کو رات میں داخل کر دیتے ہیں اور آپ (اللہ)

مِنَ الْحَيِّ ط

(سورۂ آل عمران)

جاندار چیز کو بے جان چیز سے نکال لیتے ہیں (بیضہ سے بچہ) اور بے جان چیز کو جاندار سے نکال لیتے ہیں (پرند سے بیضہ)

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ ط قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ط اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ط

(سورۂ آل عمران)

(حضرت مریمؑ نے کہا اے میرے پروردگار کس طرح ہوگا میرے بچہ حالانکہ مجھ کو کسی بشر نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اللہ نے ویسے ہی (بلا مرد کے) ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ جو چاہیں پیدا کر دیتے ہیں اور جب کسی چیز کو پورا کرنا چاہتے ہیں تو اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا۔ پس وہ ہو جاتی ہے)

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ط

(سورۂ آل عمران)

(بیشک حالت عجیبہ (حضرت) عیسیٰؑ کی اللہ کے نزدیک مشابہ حالت عجیبہ (حضرت) آدمؑ کے ہے کہ ان کے قالب کو مٹی سے بنایا پھر ان کو حکم دیا کہ (جاندار) ہو پس وہ (جاندار) ہو گئے۔)

فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ط وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ

(ہم نے (اللہ نے) اول تم کو مٹی سے بنایا پھر نطفہ سے (جو کہ غذا سے پیدا ہوتا ہے) پھر خون کے لوتھڑے سے، پھر بوٹی سے کہ (بعض) پوری ہوتی ہے اور (بعض) ادھوری بھی، تاکہ تمہارے سامنے (اپنی قدرت) ظاہر کر دیں۔ اور ہم

طِفْلًا ط (سورۃ الحج) (اللہ تعالیٰ ماں کے) رحم میں جس (نطفہ) کو چاہتے ہیں ایک مدت معین (وضع حمل) تک ٹھہرائے رکھتے ہیں۔ پھر ہم (اللہ) تم کو بچہ بنا کر باہر لاتے ہیں۔

مندرجہ بالا تمام آیتیں خداوند تعالیٰ کی قدرت کو صاف صاف ظاہر کرتی ہیں کہ بیشک وہی ہے جس کو ساری تعریفیں زیب دیتی ہیں اور اس نے اس پوری کائنات کو محض انسان کے لئے تخلیق فرمایا۔ مگر اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ وہ تخلیق آدم پر مجبور تھا، وہ چاہتا تو ایسی مخلوق پیدا فرما دیتا جس میں کوئی بُرائی ہی نہ ہوتی اور وہ صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی عبادت کرتی۔ خود کلام پاک میں ارشاد ہے۔

وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ (سورۃ الزخرف) اور اگر ہم (اللہ) چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے کہ وہ زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کرتے۔

مگر اس پروردگار کو تو انسان کی آزمائش مقصود تھی اسے تو اپنا مکلّف ایسی ذات کو بنانا تھا جو شیطان کی تمام ترچالوں اور اپنے نفس کی تمام خواہشوں کے باوجود اس کی اطاعت کرتی اسے تو انسان ہی کو اس دنیا میں اپنا خلیفہ بنانا تھا اس لئے اس نے کسی دوسری مخلوق کو نہیں پیدا فرمایا

غرض کہ کائنات کی تخلیق کا اہم ترین مقصد انسان کو پیدا کرنا تھا۔ اور یہ صرف مذہب اسلام ہی ہے جو نہ صرف یہ کہ تخلیق کائنات کے مقصد کو واضح کرتا ہے بلکہ وہ اس طرز کی بھی نشاندہی کرتا ہے جس سے اس مالک حقیقی نے اس کائنات کو پیدا فرمایا۔ باقی تمام فلاسفہ اور دانشوروں کے نزدیک ان تمام سوالوں کے جواب بہت مبہم اور غیر واضح ہیں نیز ان میں اختلاف

رائے بھی ہے، صرف اسلام ہی بہت قابلِ قبول اور استدلال سے قریب جواب دیتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ان تمام سوالوں کے جواب ہم کو خود وہی ذات باری دے سکتی ہے جس نے محض ایک لفظ "کُن" سے تمام کائنات کو پیدا فرمایا، اس لئے کلام پاک کے بیانات ہی سب سے زیادہ معتبر ہیں ورنہ انسان کی کیا مجال ہے کہ وہ ان باتوں کو اپنی عقل سے سمجھ سکے جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایک قطرۂ ناپاک سے پیدا فرمایا، اس کو تو مٹی کا ایک حقیر ذرّہ بھی ہلانے کیلئے خود ہلنا پڑے گا۔ اور محض اتنے سے کام کے لئے بھی وہ خداوند تعالیٰ کی مرضی کا محتاج ہے کہ جو مالک ہے اس کائنات کا اور تمام تعریفیں جس کا حق ہیں اور جو عیوب سے پاک ہے۔

ماخذ

اس مضمون کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے۔

۱:- بخاری شریف — امام بخاری رح

۲:- القانون فی الطب — بوعلی سینا

۳:- بک آف ریکوری — بوعلی سینا

BOOK OF RECOVERY — AVICENNE

۴:- دی یونیورس اراؤنڈ اس — سر جیمس جینس

THE NIVERSE AROUND US — SIR JAMES JEANS

۵:- دی ارکیٹیکچر آف دی یونیورس — ڈبلیو۔ ایف۔ جی۔ سوان

W.F.G SWANN　THE ARCHITECTURE OF THE UNIVERSE

۶:- دی مسٹریس یونیورس　　سر جیمس جینس

SIR JAMES JEANS　THE MYSTERIOUS UNIVERSE

۷:- انٹروڈکشن ٹو فلاسفی　　جی-ٹی-ڈبلیو پیٹرک اینڈ - ایف ایم کیپ مین -

G.T.W. PATRICK & P.M. CHARMAN　INTRODUCTION TO PHLLOSOPHY